11

''کورونا وائرس''، حکومتی احتیاطی تدابیر اور ان کا شرعی حکم

بسمہٖ تعالیٰ

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسول الکریم

اما بعد!

ملک کے دیگر اہم دارالافتاؤں کی طرح جامعہ خیر المدارس کے ''دارالافتاء'' کا بھی الحمدللہ ایک نام ہے، جیسے ''کرونا وائرس'' کے حوالے سے دوسرے حضرات سے سوالات کیے گئے اسی طرح جامعہ خیر المدارس کے دارالافتاء سے بھی مختلف سوالات کو لے کر رجوع کیا گیا۔ جن میں درج ذیل سوالات سرفہرست ہیں:

۱۔ محکمہ اوقاف کے ائمہ کرام کو یہ آرڈر کہ مساجد کو تالے لگا دیئے جائیں، صرف اذان دی جائے اور لوگوں میں اعلان کر دیا جائے کہ وہ نمازیں گھر پڑھیں۔

۲۔ ائمہ کرام لوگوں کو ترغیب یا یہ حکم دیں کہ لوگ گھروں میں نماز پڑھیں۔

۳۔ امام، مؤذن اور خادم یا مسجد کے اندر رہنے والے حضرات مسجد میں نماز پڑھیں، باقی لوگ گھروں میں پڑھیں۔

۴۔ جیسے حرم میں اور دیگر مساجد پر پابندی ہے، ایسی صورت میں کیا نمازِ جمعہ گھروں میں نماز جائز ہے ایسی صورت میں اذن عام والی شرط کا کیا بنے گا؟

۵۔ کوئی بھی آدمی کسی سے مصافحہ نہ کرے۔

۶۔ کورونا وائرس سے متاثرہ جو آدمی فوت ہو جائے کیا اسے بغیر غسل اور کفن کے دفن کیا جا سکتا ہے۔

۷۔ میت کو ورثاء کے حوالے نہ کیا جائے۔ بلکہ سرکاری انتظام کے تحت سرکار کے ہی چند آدمی نماز جنازہ پڑھ لیں اور ورثاء کو شرکت کی اجازت نہ دی جائے۔

۸۔ اور اگر موقع نہ ملے تو قبر پر نماز جنازہ پڑھ لی جائے۔

۹۔ پانچ نمازوں اور جمعہ کیلئے اجتماع کی ممانعت۔

۱۰۔ خدانخواستہ یہ سلسلہ لمبا ہو گیا تو رمضان میں تراویح کا مسئلہ بھی زیر بحث آئے گا۔ اور پھر اعتکاف کا مسئلہ اور پھر اس کے بعد نمازِ عید کا مسئلہ۔ اللہ نہ کرے اگر یہ مسئلہ مزید لمبا ہوا تو پھر حج کے اجتماع پر پابندی۔

اور ایک اہم سوال کہ اس سلسلہ میں وارد ہونے والی احایث میں بظاہر تعارض ہے، ''لاعدویٰ ولا طیرۃ ولا ھامۃ۔'' ''فر من المجذوم فرارک من الاسد۔''

اسی طرح جب مرض متعدی نہیں ہوتی تو پھر وباء والے علاقہ اور شہر میں دوسرے علاقہ والوں کے آنے کو حضور علیہ السلام نے ممنوع کیوں قرار دیا اور آفت زدہ لوگوں کو اپنے علاقے سے باہر جانے سے کیوں منع فرمایا؟

الغرض اس قسم کے بہت سارے سوالات کیے گئے۔

Scanned with CamScanner

خیال ہوا کہ افادے کیلئے ان زبانی دیئے گئے جوابات کو تحریری شکل میں لایا جائے تاکہ سب لوگوں کو فائدہ ہو۔ 11
ان احکامات سے بحث کرنے سے قبل چند باتین بطور تمہید سمجھنا ضروری ہے۔

☆ اسلام ایک کامل دین ہے، جو انسان کے ہر شعبۂ زندگی کو محیط ہے، یہ کیسے ممکن تھا کہ شریعت مطہرہ میں علاج معالجہ، بیمار پرسی، امراض کا متعدی ہونا جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں بیماریوں کے متعدی ہونے کا نظریہ موجود تھا بلکہ آج کے ماڈرن دور میں بھی موجود ہے۔اس پر روشنی موجود نہ ہوتی۔

☆ اسلام نے تو علاج معالجہ کی حیثیت اور درجہ یہ بھی بیان کیا ہے کہ چنانچہ ابوداؤد شریف میں روایت موجود ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا ہم بیمار ہونے پر علاج کرائیں؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ علاج کراؤ، اللہ پاک نے کوئی بیماری ایسی نہیں اتاری جس کا علاج نہ رکھا ہو۔''

''جاء الأعراب من هاهنا وهاهنا فقالوا يا رسول اللهؐ أنتداوى فقال تداووا فإن اللهؐ عزوجل لم يضع داء إلا وضع له دواء غير داء واحد الهرم''۔

(سنن ابی داؤد، کتاب اطلب، باب فی الرجل تداوی)

اس حدیث پاک کے ذیل میں حضرات محدثین نے یہ بات واضح طور پر لکھی ہے کہ علاج معالجہ کی حیثیت جواز یا استحباب کی ہے۔اس کا درجہ فرض و واجب کا نہیں۔ چنانچہ اس پر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ البذل المجہود میں لکھتے ہیں:

الظاهر ان الامر للاباحة والرخصة وهو الذى يقتضيه المقام فان السوال كان عن الاباحة قطعاً، فالمتبادر فى جوابه انه بيان للاباحة، ويفهم من كلام بعضهم ان الامر للندب وهو بعيد، نعم قد تداوى رسول اللهؐ صلى اللهؐ عليه وسلم بياناً للجواز فمن نوى موافقته صلى اللهؐ عليه وسلم يوجر على ذلك

۔(البذل المجہود: جلد:۵،صفحہ ۱)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کچھ بیماریوں کے علاج بھی بتلائے۔مثلاً حجامہ، دل کے عارضہ وغیرہ کیلئے۔اسی طرح پرہیز کا بھی ارشاد فرمایا۔ چنانچہ امام ابوداؤدؒ نے 'باب فی الحمیہ'' یعنی ''بیماری میں مضر چیزوں سے پرہیز کرنا'' اس کا مستقل باب قائم فرمایا۔

اور خود حق تعالیٰ جل شانہٗ نے وضو کی آیت میں ارشاد فرمایا کہ:

''وَإِن كُنتُم مَرضَى أَو عَلَى سَفَرٍ أَو جَاءَ أَحَدٌ مِنكُم مِنَ الغَائِطِ أَو لَامَستُمُ النِّسَاءَ فَلَم تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا''

یہاں پر جس مریض کیلئے پانی کا استعمال طبیب حاذق ممنوع قرار دیدیں اس کے لیے مٹی سے تیمم کرنے کا حکم دیا۔

''فاباح للمريض العدول عن الماء حمية له ان يصيبه ما يؤذيه۔''

امام ابوداؤدؒ نے اس باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان فرمایا کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ

Scanned with CamScanner

تھے اور وہ قریب قریب ہی کسی بیماری سے کچھ تندرست ہوئے تھے، بالکل مکمل صحت یاب اور قوت حاصل نہ کی تھی لہٰذا ایک گھر میں تشریف لے گئے اور وہاں پر درختوں پر یا گھر میں کسی رسی پر کھجوروں کے خوشے لٹکے ہوئے تھے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کھانے لگے تو حضرت علیؓ بھی کھانا شروع ہوئے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کو کھانے سے منع فرمادیا۔ چنانچہ ابوداوٗد شریف میں ہے:

عَن أمِّ المُنذِرِ بنتِ قَیسٍ الأَنصارِیَّۃِ قالَت دَخَلَ عَلَیَّ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وَمَعَہُ عَلِیٌ وَعَلِیٌ نَاقِہٌ وَلَنَا دَوَالِی مُعَلَّقَۃٌ فَقَامَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یَأکُلُ مِنھَا وَقَامَ عَلِیٌ لِیَأکُلَ فَطَفِقَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یَقُولُ لِعَلِیٍ مَہ إنَّکَ نَاقِہٌ۔ حَتّٰی کَفَّ عَلِیٌ۔

بیمار پرسی کے بڑے فضائل بیان فرمائے۔ نظرِ بد کا علاج ارشاد فرمایا۔ وغیر ذالک

ان سوالات میں سے سب سے اہم سوال اس سلسلہ میں وارد ہونے والی احادیث میں بظاہر جو تعارض ہے اس کا حل پیش کیا جاتا ہے، اسی سے ہی ان شاء اللہ باقی مسائل کا سمجھنا آسان ہوجائے گا۔

اس سلسلہ میں مختلف احادیث وارد ہوئی ہیں۔

۱۔ ''لاعدویٰ ولا طیرۃ ولا ھامۃ''۔(ابوداوٗد)

۲۔ ''فر من المجذوم کما تفر من الأسد''(بخاری شریف)

۳۔ عَن أَبِی ھُرَیرَۃَ أنَّہٗ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یَقُولُ لَا یُورِدَنَّ مُمرِضٌ عَلَی مُصِحٍّ (مسلم)۔

۴۔ ''عَن جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم أَخَذَ بِیَدِ مَجذُومٍ فَوَضَعَھَا مَعَہٗ فِی القَصعَۃِ وَقَالَ کُل ثِقَۃً بِاللّٰہِ وَتَوَکُّلاً عَلَیہِ۔''(سنن ابوداوٗد، کتاب الطب، باب فی الطیرۃ)

حضرت گنگوہیؒ نے ''کُل ثِقَۃً بِاللّٰہِ وَتَوَکُّلاً عَلَیہِ'' پر یہ اشکال ذکر کیا کہ ''کوڑھی'' کے ساتھ کھانے والے کو تو خطرہ ہوتا ہے، خود کوڑھی کو تو کوئی خطرہ نہیں ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کیسے کہا کہ ''کُل ثِقَۃً بِاللّٰہِ وَتَوَکُّلاً عَلَیہِ'' اللہ پر بھروسہ کر کے کھاؤ۔ حضرت گنگوہیؒ نے اس کے دو جواب دیئے، ا۔ بعض اوقات اس کے ساتھ جو شخص کھا رہا ہوتا ہے وہ اس کا محبوب ہو یا اس کا بیٹا یا بیوی ہو تو ایسی صورت میں وہ خود (کوڑھی) بھی بیٹا یا بیوی کے ساتھ کھانے پر خطرہ محسوس کرتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مجذوم کو ساتھ کھانا کھلایا اس کو بھی یہ خطرہ محسوس ہوسکتا تھا کہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بیماری نہ لگ جائے اس لیے آپ نے یہ ارشاد فرمایا۔

دوسرا جواب یہ ارشاد فرمایا کہ مجذوم یا بیمار کو یہ خطرہ ہوتا ہے کہ اگر خدانخواستہ میری بیماری میرے ساتھ کھانے والے کو لگ گئی تو مجھے عار دلائی جائے گی۔ اس لیے فرمایا کہ: ''کُل ثِقَۃً بِاللّٰہِ وَتَوَکُّلاً عَلَیہِ''

اورد علیہ فی ''الکوکب الدری'' ان ظاہرہ مشکل فان الجذوم لایخاف شیئاً حتی یثق باللّٰہ وانما الخائف من یاکل معہ والجواب انہ ایضاً ربما یخاف علی نفسہٖ انہ یلحقہ عار باعدائہ مرضہ الیٰ غیرہٖ وایضاً ربما یھم ھو فی اکلہ مع من یحبہٗ کولدہٖ وزوجتہٖ وھٰھنا من ھٰذا القبیل

Scanned with CamScanner

فان المجذوم لا اشفق علی النبی صلی اللّٰہ علیہ و سلم قالہ ذاک۔ 11

(حاشیہ بذل المجھود، جلد:۵، صفحہ:۱۷)

الحاصل : بخاری و دیگر کتب حدیث میں وارد حدیث پاک ''لا عدویٰ و لا طیرۃ و لا ھامۃ'' اور ابوداؤد شریف کی حدیث جابر: ''أَخَذَ بِيَدِ مَجذُومٍ فَوَضَعَهَا مَعَهُ فِي القَصعَةِ وَقَالَ كُل ثِقَةً بِاللهِ وَتَوَكُّلاً عَلَيه'' سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی۔ اور ''فر من المجذوم کما تفر من الأسد'' اور ''لَا يُورِدَنَّ مُمرِض عَلَى مُصِحٍّ'' سے معلوم ہوتا ہے کہ بیماری میں تعدیہ ہے۔

احادیث کے اس ظاہری تعارض کا حل:

۱۔ بعض علماء نے اس تعارض کو یوں رفع فرمایا کہ جن میں تعدیہ کا تذکرہ ہے۔ وہ منسوخ ہیں۔

''ورأوا أن الأمر باجتنابه منسوخ'' (شرح النووی علیہ الرحمۃ علی مسلم)

۲۔ ان حدیثوں میں سے کوئی بھی منسوخ نہیں بلکہ دنوں حدیث کو جمع کرنے کے بعد جو مفہوم حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ: ''شریعت میں اصل عقیدہ اور نظریہ یہی ہے کہ بیماری میں تعدیہ نہیں، تعدیہ والی جو دو روایتیں ہیں یہ سد الذرائع ارشاد فرمائی گئی ہیں، مقصد یہ ہے کہ اگر خدانخواستہ کسی آدمی کو بیماری لگ گئی اور اس کی موت واقع ہوگئی تو اس شخص کے ذہن میں بھی یہی آئے گا کہ میں بیمارے کے پاس نہ جاتا تو مجھے یہ تکلیف نہ ہوتی اور میری یہ موت واقع نہ ہوتی، اور دیکھنے والوں کو بھی یہی شبہ ہوگا، جبکہ مسلمان کا اصل عقیدہ یہی ہے کہ بیماریوں میں تعدیہ نہیں ہے۔ جس شخص کی عمر تقدیر خداوندی میں ختم ہو چکی ہے اور اس بیماری میں مبتلا ہو کر مرنا بھی اس کے لیے طے تھا تو اس شخص کے اور دیگر لوگوں کے عقیدے کے تحفظ کیلئے فرمایا گیا کہ کوڑھی سے اور آفت زدہ سے دور رہو۔

''فاختلفوا فی وجہ الجمع بینھا، فقال بعضھم نفی العدویٰ وھو الاصل، واما الحدیثان الآخران فھما محمولان علی سد الذرائع۔ لا علی اثبات العدویٰ''

(بذل المجھود، جلد:۵، صفحہ:۱۴)

اسی طرح حضرت اقدس مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ ''معارف القرآن'' میں لکھتے ہیں:

اسلام کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ نہ کسی جگہ جانا موت کا سبب ہے، نہ کہیں سے بھاگنا نجات کا سبب، اس اہم عقیدہ کے ہوتے ہوئے حکم مذکور بڑی دور رس حکمتوں پر مبنی ہے، باہر والوں کو وہاں جانے سے روکنے کی ایک حکمت یہ ہے کہ ممکن ہے کہ وہاں پہنچ کر کسی کی عمر ختم ہو چکی ہو اور اس مرض میں مبتلا ہو کر انتقال ہو گیا تو مرنے والے کو کبھی یہ گمان ہوگا کہ اگر میں یہاں نہ آتا تو زندہ رہتا، اور دوسروں کو بھی یہی خیال ہوگا کہ یہاں آنے سے اس کی موت واقع ہوئی، حالانکہ جو کچھ ہوا وہ پہلے سے لکھا ہوا تھا، اس کی عمر اتنی ہی تھی، کہیں بھی رہتا، اس وقت اس کی موت لازمی تھی، اس حکم میں مسلمانوں کے عقیدہ کو تذبذب

Scanned with CamScanner

سے بچایا گیا کہ وہ غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔(معارف القرآن، جلد:۱، صفحہ:۵۹۷)

اور بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ ''لا عدویٰ'' میں بالذات تعدیہ کی نفی ہے، مطلق تعدیہ کی نفی نہیں۔

''ونفی العدویٰ محمول علی انہ لا عدوی بالذات لابل ہو یجری عادۃ اللّٰہ سبحانہٗ تعالیٰ''

(بذل المجہود فی حل ابی داؤد، جلد:۵، صفحہ:۱۴)

مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے پہلی توجیہ کو مقدم کیا، شاید اس طرف اشارہ کیا کہ ان کے نزدیک یہی راجح ہے۔

اسی توجیہ کی تائید ہوتی اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضور علیہ السلام نے جب ''لاعدویٰ ولا صفر ولا ھامۃ'' فرمایا تو ایک اعرابی نے سمجھنے کیلئے اعتراض کیا کہ اونٹوں میں ہم بیماری کا متعدی ہونا دیکھتے ہیں۔ اونٹ ہرنی جیسے حسین کھال والے ہوتے ہیں، ایسے لگتے ہیں جیسے وہ ہرن ہیں، ان میں کوئی خارشی اونٹ آجاتا ہے تو وہ سب کو خارشی کر دیتا ہے۔ اس کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا: کہ:''فمن اعدیٰ الاوّل'' کہ تمہارے کہنے کے مطابق باقی اونٹوں کو تو خارش اس پہلے اونٹ کی وجہ سے لگی ہے تو پہلے اونٹ کو خارش کہاں سے لگی ہے؟

أن أبا هريرة رضی اللّٰہ عنه قال: إن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و سلم قال لا عدوی ولا صفر ولا هامة ـ فقال أعرابی یا رسول اللّٰہ فما بال إبلی تكون فی الرمل كأنها الظباء فیأتی البعیر الأجرب فیدخل بینها فیجربها فقال فمن أعدی الأول۔

(صحیح البخاری، کتاب الطب، باب لاصفر الخ)

اس ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ جیسے پہلے اونٹ کو خارش اللہ کے حکم سے لگی ہے اسی طرح باقیوں کو خارش اس پہلے اونٹ کی وجہ سے نہیں لگی بلکہ ان کو بھی اللہ کے حکم سے لگی ہے۔

۳۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ نے بذل کے حاشیہ میں حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانویؒ کے حوالے سے تعدیہ کے متعلق تین مذہب نقل فرمائے ہیں، تینوں مذہب نقل فرمانے کے بعد حضرت شیخ فرماتے ہیں:

''لکن الاحادیث الصحیحۃ تدل علی ان العدویٰ لیس بشیءٍ''(حاشیہ بذل المجہود، جلد:۵، صفحہ:۱۴)

بعض علمائے نے ابوداؤد شریف میں منقول وہ واقعہ جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مجذوم کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کیا، اس کو بیان جواز پر محمول کیا۔

اس توجیہ کو اگرچہ حضرات نے ذکر تو فرمایا ہے لیکن اس توجیہ کا راجح ہونا بظاہر سمجھ میں نہیں آتا اس لیے کہ حدیثِ عائشہ میں وارد ہے کہ: ہمارا ایک غلام تھا جو جذام کی بیماری میں مبتلا تھا۔ وہ ہماری رکابی میں کھاتا تھا، ہمارے پیالے میں پانی پیتا تھا اور ہمارے بستر میں سوتا تھا۔ امام نوویؒ نے اس کو ذکر فرمایا ہے:

وعن عائشة قالت مولی مجذوم فكان یأكل فی صحافی ویشرب فی أقداحی وینام علی فراشی۔(شرح المسلم للنووی رحمہ اللہ)

بیان جواز کیلئے ہوتا تو ایک مرتبہ کافی تھا، اس حدیث عائشہ سے تو ایک تسلسل معلوم ہوتا ہے، گویا کہ اس سے اس بات کی

Scanned with CamScanner

مزید وضاحت ہوجاتی ہے کہ بیماریوں میں تعدیہ نہیں۔ 11

مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ارشادات اور اپنے عمل سے یہی تعلیم دی کہ بیماریوں میں تعدیہ نہیں ہے، اور جن روایات سے ممانعت معلوم ہوتی ہے وہ عقیدے کے تحفظ کیلئے ہے۔

فائدہ: بعض حضرات نے بیماریوں کے تعدیہ کو ثابت کرنے کیلئے حضرت عمرو بن شریدؓ کی حدیث جو مسلم میں بھی موجود ہے اس سے استدلال کیا ہے: مسلم شریف میں ہے:

عَنْ عَمرِو بنِ الشَّرِیدِ عَنْ أَبِیهِ قَالَ کَانَ فِی وَفدِ ثَقِیفٍ رَجُلٌ مَجذُومٌ فَأَرسَلَ إِلَیهِ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِنَّا قَد بَایَعنَاکَ فَارجِع۔ (صحیح مسلم)

اس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجذوم کو قریب نہیں آنے دیا تاکہ یہ بیماری دوسروں کو نہ لگ جائے۔

جواب:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس وفود مسجد نبوی میں تشریف لاتے تھے اور مسجد میں حضرات صحابہ کا مجمع ہوتا تھا، کوڑھ والے سے لوگ نفرت بھی کرتے ہیں اور نماز وغیرہ میں اس کے پاس کھڑے ہونے کو موجب ایذاء سمجھتے ہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس کو واپس بھیج دینا حضرات صحابہ کرام کو اس ایذاء کے پیش نظر تھا، بیماریوں کے تعدیہ کے نظریہ کے پیش نظر نہیں تھا۔ جیسا کہ حضرات فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جس آدمی کے منہ اور بغل سے بو آتی ہو یا جس آدمی کو کوئی زخم ہو اور زخم سے بو آتی ہے یا اسی طریقے سے مجذوم یا برص کے شکار لوگوں کو مسجد سے روکا جاسکتا ہے۔

چنانچہ عمدہ القاری شرح صحیح البخاری میں موجود ہے کہ:

وکذلک ألحق بذلک بعضهم من بفیه بخر أو به جرح له رائحة وکذلک القصاب والسماک والمجذوم والأبرص أولی بالإلحاق وصرح بالمجذوم ابن بطال . . . وهو أصل فی نفی کل ما یتأذی به۔ (عمدة القاری شرح البخاری)

اسی طرح جس شخص سے لوگوں کو ضرر عام لاحق ہوتا ہو اس کے مسجد آنے سے منع کرنے کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے علامہ عینیؒ نے عمدۃ القاری میں، ملا علی القاریؒ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اور علامہ نوویؒ نے شرح مسلم میں لکھا ہے:

فضرره أشد من ضرر آکل الثوم والبصل الذی منعه النبی صلی اللہ علیه وسلم دخول المسجد لئلا یؤذی المسلمین ومن ضرر المجذوم الذی منعه عمر رضی اللہ عنه والخلفاء بعده للاختلاط بالناس۔ (عمدة القاری، مرقاة شرح مشکوٰة، نووی شرح مسلم)

الحاصل: اس تأذی سے بچانے کیلئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے واپس بھیج دیا۔

Scanned with CamScanner

اربابِ اقتدار کا جمعہ کی نماز یا دیگر نمازوں پر پابندی لگانا:

جس شخص میں مذکورہ وائرس کی تشخیص ہو چکی ہو ایسے افراد کو مسجد سے روکنا درست ہے؛ کیونکہ یہ لوگوں کیلئے اذیت اور نفرت کا باعث بنے گا۔لیکن کیا ایسا شخص جمعہ کیلئے آسکتا ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں ''عمدۃ القاری'' میں امام سحنون کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ میرے خیال میں ایسے شخص پر جمعہ واجب نہیں:

''ونقل عن سحنون لا أری الجمعۃ علیہ۔'' (عمدۃ القاری شرح البخاری)

البتہ امام نوویؒ نے یہ فرمایا ہے کہ ایسے شخص کو مسجد سے اور لوگوں کے ساتھ میل جول سے روکا جاسکتا ہے۔

''قال القاضی قالوا ویمنع من المسجد والاختلاط بالناس'' (شرح المسلم للنووی رحمہ اللہ)

البتہ لوگوں کے ساتھ جمعہ پڑھنے کی اجازت ہوگی۔ چنانچہ فرمایا:

''ولا یمنعون من صلاۃ الجمعۃ مع الناس ویمنعون من غیرھا۔'' (شرح المسلم للنووی رحمہ اللہ)

لیکن تندرست لوگ جن میں کورونا وائرس کی نہ تشخیص ہے اور نہ علامات ہیں ان کو مساجد سے روکنا درست نہیں؟

مساجد میں عبادات وغیرہ سے منع کرنا اسے حضرات نے ''وسعیٰ فی خرابھا'' کے تحت داخل کیا ہے۔ چنانچہ فتح القدیر للشوکانی میں ہے:

والمراد بالسعی فی خرابھا: ھو السعی فی ھدمھا ورفع بنیانھا ویجوز أن یراد بالخراب تعطیلھا عن الطاعات التی وضعت لھا فیکون أعم من قولہ: أن یذکر فیھا اسمہ فیشمل جمیع ما یمنع من الأمور التی بنیت لھا المساجد کتعلم العلم وتعلیمہ والقعود للاعتکاف وانتظار الصلاۃ (فتح القدیر للشوکانی)

تفسیر روح المعانی للآلوسی، تفسیر الکبیر للرازیؒ، تفسیر قرطبیؒ، احکام القرآن للجصاص، سب میں یہی مذکور ہے۔

حکام کا نمازِ جمعہ سے منع کرنا:

بنایہ، شرح ہدایہ (صفحہ: ۸۷، جلد: ۳) میں ہے:

وفی المرغینانی: اذا منع الامام اھل المصر ان یجمعوا الا یجمعون،

جب امام شہر والوں کو جمعہ پڑھنے سے منع کردے تو وہ جمعہ ادا نہ کریں۔

اس مسئلہ کی تشریح میں امام جعفرؒ فرماتے ہیں:

ھذا اذا منعھم باجتھاد، وارادا ان یخرج تلک البقعۃ ان تکون مصراً، فاما اذا نھاھم تعنتاً او اضراراً بھم، فلھم ان یجمعوا علی من یصلی بھم۔''

اس وضاحت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر وہ کسی شرعی سبب سے منع کرتا ہے مثلاً: اس ٹکڑے کو شہرے کی حدود سے خارج قرار دیدیا ہے، اور اس کی مصریت کو ختم کردیا گیا ہے تو ایسی صورت میں امام کی اطاعت کرتے ہوئے اس جگہ میں جمعہ ادا نہ کیا جائے؛ کیونکہ جمعہ کی صحت کیلئے شہر یا بڑے قصبہ کا ہونا ضروری ہے۔ اور اگر کوئی شرعی وجہ نہ ہو تو ایسی صورت میں روکنے کے

Scanned with CamScanner

باوجود جمعہ ادا کرسکتا ہے۔

یہی بات فتاویٰ ہندیہ (جلد:۱،صفحہ:۴۶) میں ظہیریہ کے حوالے سے بھی منقول ہے۔

سوال: یہ تو قرآن پاک کی آیت مبارکہ: یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا أَطِیعُوا اللّٰہَ وَأَطِیعُوا الرَّسُولَ وَأُولِی الأَمرِ مِنکُم" کے خلاف ہے؛ کیونکہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اولوالامر کی اطاعت کو لازم قرار دیا ہے۔

جواب: اولوالامر کا دائرۂ اختیار ایسے معاملات کے بارے میں ہے جو قرآن وسنت، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرات صحابہؓ تابعینؒ وائمہ کرامؒ سے ثابت نہ ہوں۔ جن کو حضرات نے مباحات سے تعبیر کیا ہے۔ ان میں ان کی اطاعت واجب ہے، منصوص مسائل میں اگر وہ دخل اندازی کریں تو ان کو یہ حق نہیں ہے اور نہ ہی ان کی اتباع واجب ہوگی۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے: "لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق۔"

چنانچہ حضرت اقدس مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں:

اس تیسری قسم میں ایسے احکام بھی ہیں جن میں قرآن وسنت کی رو سے کوئی پابندی عائد نہیں بلکہ ان میں عمل کرنے والوں کو اختیار ہے کہ جس طرح چاہیں کریں۔ ایسے کاموں کو اصطلاح میں مباحات کہا جاتا ہے۔ ایسے احکام میں عملی انتظام حکام وامراء کے سپرد ہے، کہ وہ حالات اور مصالح کے پیش نظر کوئی قانون بنا کر سب کو اس پر چلائیں۔ مثلاً کراچی شہر میں ڈاکخانہ کتنے ہوں، پچاس ہوں یا سو، پولیس اسٹیشن کتنے ہوں، ریلوے کا نظام کس طرح ہو، آبادکاری کا انتظام کن قواعد پر کیا جائے۔ یہ سب مباحات ہیں۔ ان کی کوئی جانب نہ واجب ہے نہ حرام۔ بلکہ اختیاری ہے لیکن یہ اختیار عوام کو دیدیا جائے تو کوئی نظام نہیں چل سکتا اس لیے نظام کی ذمہ داری حکومت پر ہے۔

(معارف القرآن، جلد:۲، صفحہ:۴۵۲،۴۵۱)

فائدہ: تندرست لوگوں کو جب مسجد میں باجماعت یا جمعہ سے نہیں روکا جاسکتا تو نماز تراویح، اعتکاف اور اسلام کے ایک اہم رکن حج فرض سے بھی نہیں روکا جاسکتا۔

آفت زدہ لوگوں کو تندرست لوگوں سے الگ کرنا:

اگر وباء عام ہو جائے تو ایسی صورت میں ان کو الگ رہنے اور الگ رکھنے کا حکم دیا جاسکتا ہے۔

قال القاضی قالوا ویمنع من المسجد والاختلاط بالناس قال وکذلک اختلفوا فی أنهم اذا کثروا اهل یؤمرون أن یتخذوا لأنفسهم موضعا منفردا خارجا عن الناس۔ الخ

(شرح النووی علیہ الرحمۃ علی مسلم)

یعنی اس مسئلہ میں علمائے کرام کا اختلاف ہے، احتیاط کرتے ہوئے اور لوگوں کے عقائد اور نظریات کے تحفظ کیلئے ضروری ہے کہ ان کو الگ کردیا جائے۔

Scanned with CamScanner

11

وائرس کے مریض کو غسل اور کفن دینا:

بعض لوگوں نے وائرس سے متاثرہ شخص کے فوت ہونے والے کو غسل اور کفن سے مستثنیٰ قرار دیا اور فرمایا کہ وائرس کی بیماری سے مرنے والے شہید ہیں اور شہید کو غسل نہیں دیا جاتا اور ''یو کے'' سے جاری ہونے والے فتویٰ میں ایسی میت کو کسی پلاسٹک میں بند کر کے دفن کرنے کا حکم اور اسی پلاسٹک کو اس کیلئے بمنزلہ کفن کے قرار دے دیا ہے۔

نیز ''یو کے'' سے جاری ہونے والے اس فتویٰ میں یہ بھی کہا گیا کہ اگر موقع ہو تو چند لوگ اس کی نماز جنازہ پڑھ لیں، اگر اس کا موقع نہ ہو تو ویسے ہی دفنا دیں، پھر اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھ لی جائے۔ یہ سب باتیں محل نظر ہیں، اس لیے کہ شہید کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ جو دنیا و آخرت دونوں اعتبار سے شہید شمار ہوتا ہے، جیسے میدان جنگ میں شہید ہونے والا۔

۲۔ جو اخروی احکام میں تو مقام شہادت پائے گا، لیکن دنیاوی احکامات میں اس پر شہید کے احکام جاری نہیں ہونگے۔

قسم اوّل کے شہید کو واقعتاً غسل وغیرہ نہیں دیا جاتا، جبکہ طاعون کی بیماری میں جو فوت ہوتا ہے اس کو غسل دینے کا حکم ہے، اور غسل میت کو حضرات نے فرض علی الکفایہ اور بعض نے واجب علی الکفایہ قرار دیا ہے۔

جن لوگوں نے اسے سنت کہا ہے اس سنت سے مراد سنت مؤکدہ ہے جو واجب کے قریب ہوتی ہے۔ شہید کا استثناء چونکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اس لیے اسے تو غسل نہیں دیا جائے گا، جبکہ باقی دیگر اموات کو غسل دینا ضروری ہے؛ کیونکہ موت کی وجہ سے وہ میت ناپاک ہو جاتا ہے، اور نماز جنازہ کیلئے طہارت شرط ہے۔

وشرطها (ای شرط الصلاۃ علی المیت) اسلام المیت وطهارته۔ (هندیه)

طاعون عمواس میں بہت سے صحابہ، وتابعین ودیگر مسلمان شہید ہوئے کسی ایک کے بارے میں بھی یہ نہیں آتا کہ اس کو بغیر غسل وکفن دفنایا گیا ہو۔

☆......کورونا وائرس سے متاثرہ میت سے غسل کے سقوط کیلئے غسل دینے والے میں بیماری کے سرایت کے اندیشہ کا عذر قابل اعتبار نہیں اس لیے کہ جیسے احتیاطی تدابیر اختیار کر کے اس مریض کے ٹیسٹ، اور علاج معالجہ کیا گیا انہیں تدابیر کو اختیار کر کے اس کو غسل بھی دیا جا سکتا ہے، کم از کم غسل دینے کی یہ شکل بھی ہو سکتی ہے کہ پائپ کے ذریعے اوپر پانی بہا دیا جائے۔ اس لیے غسل کا حکم ہرگز ساقط نہیں ہوگا۔

لہٰذا لاوارث میت کے غسل اور کفن کیلئے دیندار مخلص جماعت حکومت کی نگرانی میں مقرر کی جا سکتی ہے جس شخص کے ورثاء موجود ہیں اس کی میت کو ان کے حوالے کرنا چاہیے، خطرناک سے بیماری سے متاثرہ اموات ہوتی رہتی ہیں لیکن ان کے ورثاء پھر ان کو غسل، کفن دے کر اعزاز کے ساتھ دفن کرتے ہیں، یہاں بھی ان شاء اللہ غسل کفن دینے سے کسی کی طرف بیماری کا تعدیہ نہیں ہوگا۔

Scanned with CamScanner

شہدائے احد کے واقعہ سے استدلال:

کچھ لوگوں نے غزوۂ احد کے شہداء سے استدلال کرتے ہوئے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حالات کے پیش نظر شرعی احکامات میں تبدیلی کی جاسکتی ہے، چنانچہ شہدائے احد میں سے بعض کو ایک چادر میں بعض کو دو چادروں میں کفن دیا گیا اور بعض کیلئے ایک چادر کافی نہیں تھی، اسی طرح ایک قبر میں دو دو کو دفن دیا گیا۔

جواب:

وہ حقیقی (اخروی اور دنیاوی دونوں لحاظ سے) شہداء تھے، اس لیے ان کو غسل نہ دیا گیا اور چونکہ تعداد بہت زیادہ تھی الگ الگ قبروں کا انتظام مشکل تھا؛ کیونکہ ان کی تجہیز وتکفین کرنے والے حضرات صحابہ کرامؓ خود بھی زخمی تھے، اس لیے مجبوری کے باعث اکٹھے دفن کیا گیا اور کفن کیلئے چونکہ کپڑا زیادہ دستیاب نہ تھا اور نہ ہی مسلمانوں کی معاشی مالی حالت ایسی تھی کہ کپڑا کہیں باہر سے خرید کر لایا جاتا۔ اور خریداری میں جو مشکلات تھیں وہ بھی واضح ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ کپڑا موجود ہوتے ہوئے ایک ایک کپڑا دیا گیا ہو، حضرات فقہاء نے کفن کی ایک قسم کفنِ ضرورت بھی لکھی ہے وہ یہی ہے کہ جو مہیا ہو جائے۔

بعض حضرات نے ''الضرورات تبیح المحضورات'' سے بھی استدلال کیا اور اس ضابطہ سے جماعت کی نماز اور جمعہ کی نماز پر پابندی، مصافحہ پر پابندی کو ثابت کیا۔

ایسے استدلال کرنے والے حضرات کی خدمت میں عرض ہے کہ اس میں ''تبیح المحضورات'' کا تذکرہ ''تمنع عن العبادات'' کا تذکرہ نہیں ہے۔ لہٰذا یہاں پر یہ ضابطہ کارگر نہیں۔

کورونا وائرس کے پھیلاؤ کے اندیشہ سے مصافحہ ترک کرنے کا حکم:

جو شخص اس بیماری میں مبتلا ہو، اور ہم چونکہ کمزور ہیں، اس لیے اس سے مصافحہ نہ کرنے کی گنجائش ہے، جبکہ تندرست لوگوں کے ساتھ مصافحہ کرنے سے اس اندیشہ کے پیش نظر منع کرنا کہ شاید اس میں بیماری کے اثرات ہوں اور وہ مجھے لگ جائیں یہ شرعاً جائز نہیں، اس لیے کہ اس سے ہندوؤں کے اچھوت والے نظریہ کی تائید ہوتی ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بیمار آدمی کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر دم کرتے تھے، چنانچہ بخاری شریف میں ہے:

إِذَا اشتَكَى مِنَّا إِنسَانٌ مَسَحَهُ بِيَمِينِهِ ثُمَّ قَالَ أَذهِبِ البَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشفِ أَنتَ الشَّافِي لاَ شِفَاءَ إِلاَّ شِفَاؤُكَ شِفَاءً لاَ يُغَادِرُ سَقَمًا (مسلم)

اس میں بیمار عام ہے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ عمل کسی خاص قسم کی بیماری کے ساتھ مخصوص نہیں تھا۔

الحاصل: اگر کوئی شخص احتیاطی تدابیر اختیار کر لے تو ٹھیک ہے لیکن ان چیزوں پر مجبور کرنا ٹھیک نہیں کہ جمعہ کیلئے نہ جاؤ، پنجگانہ جماعت میں شامل نہ ہوں، وغیرہ ذلک۔

سیدنا عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں طاعون عمواس میں ہزراوں لوگ (صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین) شہید ہوئے بعد میں مختلف وبائیں آتی رہیں، لیکن مسجدوں کو تالے لگانے کا مسئلہ کبھی بھی زیر بحث نہ آیا، نہ ہی نمازیوں کی تعداد کو کبھی محدود

Scanned with CamScanner

کیا گیا اور نہ ہی صفوں کے اتصال کو ختم کر کے فرجہ للشطیان بنایا گیا۔

فائدہ:

بعض لوگوں نے عام لوگوں کے نماز پنجگانہ گھر میں ادا کرنے اور انہیں مسجد میں آنے سے روکنے کے سلسلہ میں دارالعلوم دیوبند (یوپی انڈیا) کے حالیہ فتویٰ سے استدلال کیا ہے۔ ان کا یہ استدلال درست نہیں ؛ کیونکہ دارالعلوم دیوبند کے فتویٰ میں درج ہے کہ:

''انتظامیہ نے جن مقامات میں لاک ڈاؤن یا جنتا کرفیو نافذ کیا ہے اور بھیڑ بھاڑ وغیرہ سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے ایسے مقامات پر ذمہ داران مسجد کو چاہیے کہ مساجد کو غیر آباد (باجماعت نماز سے محروم) ہونے سے بچانے کیلئے کوئی ایسی حکمت عملی اختیار کریں کہ جس سے قانون کی پاسداری بھی ہو سکے اور مساجد بھی آباد رہیں۔ ......امام مؤذن، اور چند اہل محلہ مسجد میں پانچوں وقت اذان کے ساتھ نماز باجماعت ادا کریں ......اور جہاں ایسی صورتحال نہ ہو وہاں لوگوں کو چاہیے کہ............ جماعت کے وقت مسجد آئیں۔''

دارالعلوم کے حضرات مفتیان کرام نے یہ فتویٰ کرفیو کے نفاذ کی صورت میں دیا ہے، جبکہ یہاں ایسے حالات نہیں ہیں۔ لوگوں کو ضروریات کے تحت نکلنے دیا جارہا ہے، میڈیکل سٹور، کریانہ وغیرہ سبزی وفروٹ کی دکانیں، اسی طرح سبزی منڈیاں کھلی ہیں۔ اور مسجد میں نماز باجماعت ادا کرنا یہ بھی ایک شرعی ضرورت ہے۔

مذکورہ وائرس رجوع الی اللہ اور اپنے گناہوں پر ندامت اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات سے بغاوت ختم کرنے سے ختم ہوگا، صدر مملکت وزیر اعظم چیف آف آرمی سٹاف اور وزراء سمیت کسی کے بیان (اخباری نمائندوں سے کانفرس یا پیغام میں) آج تک یہ ہماری نظر سے نہیں گزرا کہ پاکستان کے ان اہم ستونوں نے عوام اور خواص کو احکامات شرعیہ سے بغاوت ترک کرنے کی طرف مائل یا قائل کیا ہو، بلکہ (اللہ معاف فرمائے) اس طرح کے بیان سامنے آئے کہ: ''ہم اس کرونا وائرس کا مقابلہ کریں گے، اس کو شکست دیں گے'' جنگ جیتیں گے، وغیرہ۔

اصل بند کرنے کی چیز مساجد نہیں، بلکہ گانا بجانا، فحاشی وعریانی، بے پردگی، سودی معاملات، بدکاری کے اڈے ہیں، جس اسلامی مملکت میں ''میرا جسم میرا مرضی'' جیسے حیا سوز نعرے برسرِ عام لگیں، اسلام کے خلاف بغاوت پر مستورات کو حکومت کی سرپرستی میں آمادہ کیا جائے اور جلوس نکالیں جائے اس ملک میں وباء اور آسمانی آفات کا آنا کوئی عجوبہ نہیں۔

اللہ پاک اس خداداد مملکت کو ہر قسم کی آفات اور آزمائشوں سے محفوظ رکھیں۔ اسے امن امان اور خوشحالی کا گہوارہ بنائے، آمین۔

آمین بجاہ وجہہ الکریم وبحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم علیک آمین برحمتک یا ارحم الراحمین

Scanned with CamScanner